بائبل میں
حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
کی
تشریف آوری کی بشارت
ماخوذ از اظہار الحق
مصنفہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ
ترتیب مولانا مشیر احمد قاسمی
ناشر
ردعیسائیت کمیٹی دار العلوم دیوبند

بائبل میں حضرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم
کی
تشریف آوری کی بشارت

ماخوذ از کتاب اظہار الحق

مصنفہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

﴿ترتیب﴾

مولانا مشیر احمد قاسمی دیناجپوری

شائع کردہ

ردّ عیسائیت کمیٹی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یہ اعجاز ہے کہ موجودہ "توریت وانجیل" باوجودیکہ کئی کئی بار تحریف کے عمل سے دوچار ہوئیں۔ مگر ان میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبریں آج بھی واضح طور پر موجود ہیں، جنھیں پڑھکر یہ یقین ہوتا ہے کہ گزشتہ پیغمبروں نے اپنے اپنے صحیفوں میں ایک نبی کی آمد و بعثت کی جو بشارتیں دی تھیں انکے مصداق صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ذیل میں توریت وانجیل سے کچھ پیشینگوئیاں نقل کی جارہی ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کافی صریح اور واضح ہیں

پہلی پیشینگوئی

بنی اسرائیل نے جب اللہ تبارک وتعالیٰ سے حضرت موسیٰ کی طرح ایک نبی بھیجنے کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کی زبانی یہ بشارت سنائی کہ

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اس کی سننا، یہ تیری اس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی

آگ ہی کا نظارہ ہوتا کہ مر نہ جاؤں، اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا"

(استثناء باب ۱۸ آیت ۱۵تا۱۸)

حضرت موسیٰ کے زمانے سے لیکر حضرت عیسیٰ کی تشریف فرمائی اوران کے آسمان پر اٹھائے جانے تک اس پیشنگوئی کا مصداق ظاہر نہیں ہوا، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد پطرس رسول کا بیان اس پر شاہد ہے وہ فرماتے ہیں۔

"ضرور ہے کہ وہ (حضرت مسیح) آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ کر دی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا، جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا اور یہ ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائیگا"

(رسولوں کے اعمال باب ۳ آیت ۲۱تا۲۳)

پطرس کے مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے تک وہ نبی مبعوث نہیں ہوا تھا جسکی حضرت موسیٰ نے خبر دی تھی، بلکہ اس کا انتظار تھا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے یہ انتظار ختم ہوگیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مذکورہ پیشنگوئی حرف بحرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آگئی، اس

طور پر کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت اور شریعت واحکام کے بیشتر مواقع حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند و مماثل ہیں اور ساتھ ہی ساتھ آپ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنو اسماعیل میں سے ہیں۔ آپ پر کتاب بھی نازل ہوئی۔ آپ امی بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام آپ کے منہ میں ڈالا، آپ وحی کے مطابق کلام کرتے تھے آپ مسیح علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے سے قبل مبعوث ہوئے حضرت مسیح کیلئے ضروری ہوا کہ وہ آپ کے ظہور تک آسمان میں رہیں۔ تا کہ ہر چیز اپنی جانب لوٹ جائے اور شرک و تثلیث وبت پرستی مٹ جائے۔

دوسری پیشینگوئی

جب بنی اسرائیل کے لوگ سرکشی، نافرمانی اور بت پرستی میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے سلسلہ نبوت کو ختم کرنے اور ایک دوسری قوم کو نبوت سے سرفراز کرنے کا جو اعلان فرمایا وہ کتاب استثناء، باب ۳۲ آیت ۲۱ میں اس طرح ہے

> ”میں اپنا منہ ان سے چھپا لوں گا اور دیکھوں گا کہ ان کا انجام کیا ہوگا، کیونکہ وہ گردن کش نسل اور بے وفا اولاد ہیں۔ انہوں نے اس چیز کے باعث جو خدا نہیں مجھے غیرت اور اپنی باطل باتوں سے مجھے غصہ دلایا سو میں بھی ان کے ذریعہ سے جو کوئی امت نہیں ان کو غیرت اور ایک نادان قوم کے ذریعہ سے ان کو غصہ دلاؤں گا“

اس میں نادان قوم سے مراد عرب ہیں کیونکہ یہ لوگ انتہائی گمراہ اور جاہل تھے، ان کو کوئی بھی علم نصیب نہ تھا۔ نہ علوم شرعیہ نہ علوم عقلیہ۔

سوائے بت پرستی کے اور کچھ نہ جانتے تھے، ادھر یہودیوں کی نگاہ میں یہ لوگ اس لئے بے انتہا حقیر و ذلیل تھے کہ وہ باندی یعنی حضرت ہاجرہؓ کی نسل سے تھے،

اب آیت کا مقصود یہ ہوا کہ چونکہ بنی اسرائیل نے اپنے باطل معبودوں کی عبادت کی بناء پر برانگیختہ کیا ہے، اس لئے میں بھی ایسے لوگوں کو منتخب اور مقبول بنا کر ان کو غیرت دلاؤں گا، جو ان کی نگاہ میں سخت حقیر و ذلیل ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ اس طرح پورا فرمایا کہ اہل عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، جنھوں نے صراط مستقیم کی جانب لوگوں کی رہنمائی کی، جیسا کہ سورۂ جمعہ میں حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِيْ الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ،

ترجمہ:- باری تعالیٰ وہ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو انکے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت کرے، اور انہیں پاک وصاف بنائے، اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے،

نادان قوم سے مراد یونانی لوگ ہرگز نہیں ہیں، جیسا کہ پولس کے رومیوں کے نام خط کے باب ۱۰ سے مفہوم ہوتا ہے اس لئے کہ یونانی لوگ مسیح کے ظہور سے تین سو سال قبل ہی علوم وفنون میں دنیا کی تمام اقوام سے فائق ہو چکے تھے، تمام بڑے بڑے مشاہیر حکماء سقراط وبقراط

وفیثاغورس وافلاطون وارسطاطالیس وارستمیدس واقلیدس وجالینوس وغیرہ جوعلوم الٰہیات وریاضیات اورطبعیات اورانکی فروع کے امام ہیں، مسیح سے پیشتر ہو چکے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں اپنے فنون میں کمال کی چوٹی پر پہنچ چکے تھے، اس لئے ''استثناء'' کی مذکورہ بالا عبارت جاہل یانادان قوم سے مراد یونانی ہرگز نہیں ہو سکتے بلکہ اس سے مراد صرف اورصرف عرب ہیں۔

تیسری پیشینگوئی

کتاب استثناء کے ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے باب ۳۳ میں ہے

> ''خداوند سینا سے آیا، اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا، وہ کوہِ فاراں سے جلوہ گر ہوا اور (ہزاروں[1]) قدسیوں میں سے آیا، ان کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی''

خداوند کے سینا[2] سے آنے کا مطلب ہے، خدا کا موسیٰؑ کو توریت عطا فرمانا، اور کوہِ شعیر[3] سے طلوع ہونے کا مطلب خدا کا عیسیٰؑ کو انجیل عطا فرمانا، کوہِ فاران سے جلوہ گر ہونے سے اللہ کے قرآن نازل کرنے کی طرف اشارہ ہے، اس لئے کہ فاران مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے، جیسا کہ کتاب پیدائش باب ۲۱ آیت ۲۰ سے معلوم ہوتا ہے، اس میں حضرت اسماعیلؑ کا حال بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ

۱۔ ''اظہار الحق'' میں یہی لفظ ہے، لیکن موجودہ اردو ترجمہ میں اس کی جگہ ''لاکھوں'' کا لفظ ہے،

۲۔ سینا کوہِ طور کا دوسرا نام ہے،

۳۔ کوہِ شعیر ملک شام میں ایک پہاڑ ہے جسے آج کل جبل الخلیل کہا جاتا ہے، حضرت عیسیٰؑ اس پر عبادت کیا کرتے تھے

''اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا اور وہ بڑا ہوا اور بیابان میں رہنے لگا،
اور تیر انداز بنا، اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا، اور اس کی ماں نے ملک
مصر سے اس کے لئے بیوی لی''

کتاب استثناء کی مذکورہ آیت کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے،

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ،

ترجمہ:- قسم ہے انجیر اور زیتون کی، طورِ سینا اور امن والے شہر کی''

سب جانتے ہیں کہ انجیر اور زیتون والا ملک شام ہے، جہاں حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے تھے اور وہی کوہِ شعیر کا مبدأ ہے، ''طور سینا'' حضرت موسیٰ سے عبارت اور ''بلد امین'' سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے،

چوتھی پیشینگوئی

کتاب پیدائش باب ۱۷ آیت ۲۰ میں اللہ نے ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل کے حق میں جو وعدہ فرمایا وہ ترجمہ مطبوعہ ۱۸۴۴ء میں یوں ہے،

''اور اسماعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دعا سنی، دیکھ میں اسے
برکت دوں گا اور اسے برومند کروں گا، اور اسے بہت بڑھاؤں گا، اور اس سے
بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا''

اس میں ایک ''بڑی قوم'' کا لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب

اشارہ کررہا ہے، اس لئے کہ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ موجود نہیں ہے، جو بڑی قوم والا ہو، ٹھیک اسی طرح حق تعالیٰ نے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی دعاء کو نقل فرمایا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دونوں باپ بیٹوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی، اور وہ یہ ہے۔

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ"

ترجمہ:- اے ہمارے پروردگار ان میں ایک پیغمبر انہی میں سے بھیجئے جو ان کے سامنے تیری آیتیں تلاوت کرے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور انہیں پاک و صاف کردے، بلاشبہ آپ عزّت و حکمت والے ہیں"

پانچویں پیشینگوئی

کتاب یسعیاہ باب ۴۲ آیت ۹ میں ہے:

دیکھو پرانی باتیں پوری ہوگئیں، اور میں نئی بتاتا ہوں، اس سے پیشتر کے واقع ہوں تم سے بیان کرتا ہوں:

اے سمندر پر گذرنے والو! اور اس میں بسنے والو! اے جزیروں اور اُن کے باشندو! خداوند کے لئے نیا گیت گاؤ، زمین پر سرتاسر اسی کی ستائش کرو، بیابان اور اس کی بستیاں، قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں، سلع[1] کے بسنے والے گیت گائیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں، وہ خداوند کا

[1] "سلع" مدینہ طیبہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے، جو آج بھی اسی نام سے مشہور ہے، اب اس جملہ پر غور فرمائیے

جلال ظاہر کریں، اور جزیروں میں اس کی ثناء خوانی کریں، خداوند بہادر مرد کی مانند نکلے گا، وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھائے گا، وہ نعرہ مارے گا، وہ للکارے گا، وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا، میں بہت مدت سے چپ رہا میں خاموش رہا اور ضبط کرتا رہا، پر اب میں دردِ زہ والی کی طرح چلاؤں گا میں ہانپوں گا اور زور زور سے سانس لوں گا، میں پہاڑوں اور ٹیلوں کو ویران کرڈالوں گا، اور اُن کے سبزہ زاروں کو خشک کروں گا، اور ان کی ندیوں کو جزیرے بناؤں گا، اور تالابوں کو سکھادوں گا، اور اندھوں کو اس راہ سے جسے وہ نہیں جانتے لے جاؤں گا، میں ان کو اُن راستوں پر جن سے وہ آگاہ نہیں لے چلوں گا، میں اُن کے آگے تاریکی کو روشنی اور اونچی نیچی جگہوں کو ہموار کردوں گا، میں اُن سے یہ سلوک کروں گا اور ان کو ترک نہ کروں گا، جو کھودی ہوئی مورتوں پر بھروسہ کرتے اور ڈھالے ہوئے بتوں سے کہتے ہیں تم ہمارے معبود ہو، وہ پیچھے ہٹیں گے اور بہت شرمندہ ہوں گے'' (آیات ۹ تا ۱۷)

اس عبارت میں نئے گیت سے مراد عبادت کے وہ نئے طریقے ہیں جو شریعتِ محمدی میں پائے جاتے ہیں، اور روئے زمین کے آخری حصہ کے باشندوں اور جزیروں اور شہروں اور خشکی کے تمام علاقوں کے لئے ان کے عام ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے عام ہونے کی جانب اشارہ پایا جاتا ہے، بالخصوص لفظ قیدار اس کی طرف قوی اشارہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیدار بن اسمٰعیل کی اولاد میں سے ہیں، اسی طرح ''پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں'' کے الفاظ اس خاص

جو کتاب یسعیاہ میں مذکور ہے کہ ''سلع کے بسنے والے گیت گائیں'' آپ کو معلوم ہے کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ کی بچیاں یہ عربی نغمہ گارہی تھیں، طلع البدر علینا ☆ من ثنیات الوداع، ترجمہ: ہم پر ثنیات الوداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے، ثنیات الوداع درحقیقت کوہِ سلع ہی کی گھاٹیاں ہیں، جن کا آج بھی ہر شخص مدینہ طیبہ میں مشاہدہ کرسکتا ہے۔

عبادت کی طرف اشارہ ہے جو حج کے زمانے میں ادا کی جاتی ہے، جس میں لاکھوں انسان اللّٰھم لبیک کی صدا لگاتے ہیں، اسی طرح ''جزیروں میں ان کی ثناء خوانی کریں'' کے الفاظ اذان کی طرف اشارہ کرتے ہیں، کیونکہ لاکھوں کروڑوں انسان دنیا کے مختلف حصّوں میں پانچوں وقت بلند آواز سے اذان کہتے ہیں۔

اسی طرح ''خداوند بہادر مرد کی طرح نکلے گا، وہ جنگی مرد کی طرح اپنی غیرت دکھائے گا'' ان الفاظ سے جہاد کے مضمون کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، اور ''اندھوں کو اس راہ سے جسے وہ نہیں جانتے لے جاؤں گا'' ان الفاظ سے اہل عرب کی حالت زار کا نقشہ کھینچا گیا ہے کہ یہ لوگ احکام خداوندی سے قطعاً ناواقف تھے، ''میں ان کو ترک نہ کروں گا'' کے الفاظ سے اس امت کے مرحوم ہونے اور آپ کی شریعت کے دائمی ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، پھر ''جو کھودی ہوئی مورتوں'' الخ سے خدا کی طرف سے وعدہ کیا جارہا ہے کہ بت پرست اور صنم کے پجاری یعنی عرب کے مشرکین اور صلیب کی عبادت کرنے والے قدیسیوں کی تصویروں کی پوجا کرنے والوں کو بڑی ذلت ورسوائی نصیب ہوگی۔

چنانچہ فتح مکہ کے بعد ایسا ہی ہوا کہ شاہان عرب اور فرمانروائے روم وفارس سب کی گردنیں اسلام کے آگے جھک گئیں۔

چھٹی پیشین گوئی:

انجیل متی باب ۳ آیت ۱ میں ہے۔

''ان دنوں میں یوحنا بپتسمہ دینے والا آیا اور یہودیہ کے بیابان میں یہ

منادی کرنے لگا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے"۔

یوحنا کی گرفتاری کے بعد حضرت مسیحؑ نے جو منادی کی وہ انجیل متّیٰ باب ۴ آیت ۱۷ میں اس طرح ہے۔

"اس وقت سے یسوع نے منادی کرنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو کیونکہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے"۔

اور آیت ۲۳ میں ہے کہ:

"یسوع تمام گلیل میں پھرتا رہا اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا اور بادشاہی کی خوشخبری کی منادی کرتا"۔

اور متّیٰ ہی کے باب ۶ میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو نماز کا طریقہ بتلاتے ہوئے یہ دعاء سکھائی۔

"تیری بادشاہی آئے"۔

اور انجیل متّیٰ کے باب ۱۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں کو تبلیغ کے لئے اسرائیلی شہروں میں بھیجا تو منجملہ دوسری وصیتوں کے ایک نصیحت یہ بھی کی کہ:

"اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے"

انجیل لوقا باب ۹ آیت ۱ میں ہے کہ:

"پھر اس نے ان بارہ کو بلا کر انہیں سب بدروحوں پر اور بیماریوں کو دور کرنے کے لئے قدرت اور اختیار بخشا، اور انھیں خدا کی بادشاہی کی منادی کرنے اور بیماروں کو اچھا کرنے کے لئے بھیجا"

انجیل لوقا باب ۱۰ میں ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ نے ستّر شاگردوں کو تبلیغ کے لئے روانہ کیا تو انہیں یہ نصیحت کی کہ:

"جس شہر میں داخل ہو اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول کریں تو جو کچھ

تمہارے سامنے رکھا جائے کھاؤ، اور وہاں کے بیماروں کو اچھا کرو اور ان سے
کہو کہ خدا کی بادشاہی تمہارے نزدیک آپہونچی ہے۔ لیکن جس شہر میں داخل ہو
اور وہاں کے لوگ تمہیں قبول نہ کریں تو اس کے بازاروں میں جاکر کہو کہ ہم
اس گرد کو بھی جو تمہارے شہر سے ہمارے پاؤں میں لگی ہے تمہارے سامنے جھاڑ
دیتے ہیں، مگر یہ جان لو کہ خدا کی بادشاہی نزدیک آپہنچی ہے"

معلوم ہوا کہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں بزرگوں نے، نیز ان کے حواری اور ستر ۷۰ شاگردوں نے آسمانی بادشاہی کی خوشخبری سنائی، اور عیسیٰ علیہ السلام نے بعینہ ان ہی الفاظ کے ساتھ بشارت دی جن الفاظ سے یحییٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی تھی، ظاہر ہے کہ وہ بادشاہت جس طرح عہد یحییٰ میں ظاہر نہیں ہوئی اسی طرح عیسیٰ کے عہد میں بھی ظاہر نہیں ہوئی، اور نہ ہی حواریوں اور ستر ۷۰ شاگردوں کے دور میں، بلکہ ان میں ہر ایک اس کی بشارت دیتا گیا، اور اس کی خوبیاں بیان کرتا رہا، اس کی آمد کا متوقع رہا، اسلئے آسمانی بادشاہت کا مصداق وہ طریقۂ نجات ہرگز نہیں ہوسکتا جو شریعت عیسوی کی شکل میں ظاہر ہوا، ورنہ عیسیٰ علیہ السلام اور حواری اور ستر ۷۰ شاگرد، یوں نہ کہتے کہ وہ قریب آنے والا ہے، اور نہ ان کو نمازوں میں پڑھنے کے لئے یہ تعلیم دیتے کہ:

"اور تیری بادشاہت آئے"

کیونکہ یہ طریقہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کے دعویٰ کرنے کے بعد ان کی شریعت کی شکل میں ظاہر ہی ہوچکا تھا، لہٰذا ثابت ہوا کہ اس کا مصداق در حقیقت وہ طریقۂ نجات ہے جو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں نمودار ہوا، اور یہ سب حضرات اسی

عظیم الشان طریقہ کی بشارت دیتے رہے اور خود آسمانی حکومت یا بادشاہت کے الفاظ بھی اس امر پر واضح طور پر دلالت کرر ہے ہیں کہ یہ بادشاہت حقیقۃً سلطنت اور قوت کی شکل میں ہوسکتی ہے، نہ کہ عاجزی اور کمزوری کی صورت میں اسی طرح مخالفین کے ساتھ جنگ وجدل اسی سبب سے ہوگا۔

نیز یہ الفاظ یہ بھی بتارہے ہیں کہ اسکے قوانین کی بنیاد ضروری ہے کہ کسی آسمانی کتاب پر ہو، اور یہ تمام باتیں صرف شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی صادق آتی ہیں۔

ساتویں پیشنگوئی

آسمانی بادشاہی کی مثال

انجیل متیٰ باب ۱۳/آیت ۳۱/میں یوں ہے:

''اس نے اور ایک تمثیل ان کے سامنے پیش کر کے کہا کہ آسمان کی بادشاہی اس رائی کے دانہ کی مانند ہے جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بودیا، وہ سب بیجوں سے چھوٹا تو ہے مگر جب بڑھتا ہے تو سب ترکاریوں سے بڑا اور ایسا درخت ہو جاتا ہے کہ ہوا کے پرندے آکر اس کی ڈالیوں پر بسیرا کرتے ہیں''

یہ وہی بشارت ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے سورۂ فتح میں اس طرح فرمایا ہے۔

"وَمَثَلُهُمْ فِي الِانجِيلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ"

ترجمہ:- اور ان کی مثال انجیل میں کھیت کی مانند ہے جس نے اپنی بالی نکالی، پھر اسے مضبوط کیا پھر موٹا ہوا، پھر اپنی ٹہنیوں پر کھڑا ہوا، کھیت والوں کو مسرور اور خوش کر رہا ہے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انجیل کی آسمانی بادشاہت سے مراد وہی طریقۂ نجات ہے جو محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے ظاہر ہوا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی قوم میں نشوونما پائی جو ساری دنیا کے نزدیک کاشتکار تھے، اس لئے کہ ان میں اکثر لوگ دیہات کے باشندے تھے، علوم اور صنعتوں سے بے بہرہ، جسمانی لذتوں اور دنیاوی آرائشوں سے آزاد تھے، خصوصاً یہودیوں کے نقطۂ نگاہ سے، اس لئے کہ یہ لوگ حضرت ہاجرہ کی اولاد سے تھے آپ کی بعثت اسی قوم میں ہوئی، لہذا آپ کی شریعت ابتداء میں رائی کے دانہ کی مانند بظاہر چھوٹی سی شریعت تھی مگر وہ اپنے عام اور عالمگیر ہونے کی وجہ سے قلیل مدت میں ترقی پاکر اتنی بڑی ہوگئی کہ تمام مشرق و مغرب کا احاطہ کرلیا، یہاں تک کہ جو لوگ کبھی بھی کسی شریعت کے پابند اور مطیع نہ ہوئے تھے وہ بھی اس کے دامن سے وابستہ ہوگئے۔

آٹھویں پیشینگوئی

آخری قوم، انجیل لوقا باب ۲۰ میں ہے۔

"پھر اس نے لوگوں سے یہ تمثیل کہنی شروع کی کہ ایک شخص نے تاکستان (انگوری باغ) لگا کر باغبانوں کو ٹھیکے پر دیا، اور ایک بڑی مدت کے لئے پردیس چلا گیا، اور پھل کے موسم پر اس نے ایک نوکر باغبانوں کے پاس

بھیجا تا کہ وہ باغ کے پھل کا حصہ اسے دیں لیکن باغبانوں نے اسے پیٹ کر خالی ہاتھ لوٹا دیا، پھر اس نے ایک اور نوکر کو بھیجا، انہوں نے اس کو بھی پیٹ کر اور بے عزت کر کے خالی ہاتھ لوٹا دیا، پھر اس نے تیسرا بھیجا انہوں نے اس کو بھی زخمی کر کے نکال دیا، اس پر باغ کے مالک نے کہا کیا کروں میں اپنے پیارے بیٹے کو بھیجوں گا، شاید اس کا لحاظ کریں جب باغبانوں نے اسے دیکھا تو آپس میں صلاح کر کے کہا کہ یہی وارث ہے اسے قتل کریں کہ میراث ہماری ہو جائے، پس اس کو باغ کے باہر نکال کر قتل کیا، اب باغ کا مالک ان کے ساتھ کیا کرے گا، وہ آکر ان باغبانوں کو ہلاک کرے گا، اور باغ اوروں کو دے دے گا، انہوں نے یہ سن کر کہا خدا نہ کرے، اس نے ان کی طرف دیکھ کر کہا، پھر یہ کیا لکھا ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا؟ جو کوئی اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، لیکن جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔ (لوقا باب ۲۰)

پھر یہی تمثیل انجیل متیٰ میں بھی ہے جس میں یسوع نے ان سے کہا:

''کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کا پتھر ہو گیا، یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہوا، اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی، اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے، مگر وہ جس پر گرے گا اسے پیس ڈالے گا، جب سردار کاہنوں نے، فریسیوں نے اس کی تمثیل سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے، اور اس کو پکڑنے کی کوشش میں تھے، لیکن لوگوں سے ڈرتے تھے کیوں کہ وہ اسے جانتے تھے'' (متیٰ باب ۲۱)

غور کیجئے! اس تمثیل میں باغ لگانے والے سے مراد اللہ تعالیٰ، اور ٹھیکے پر لینے والے باغبانوں سے مراد قوم یہود ہیں، اور نوکر سے مراد

انبیاء بنی اسرائیل ہیں جن کے اخیر میں حضرت زکریاؑ و یحییٰ علیہما السلام ہیں جن کو یہودیوں نے قتل کیا، اور پیارے بیٹے سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں جن کو قتل کرنے کے لئے یہودی تلے ہوئے تھے، بلکہ اپنے گمان کے مطابق انہیں قتل بھی کیا، جس کی وجہ سے باغ کا مالک یعنی خدا ناراض ہو گیا، اور ان سے نبوت و حکومت چھین کر دوسرے باغبانوں یعنی امت محمدیہ کو دے دیا، جو موسم پر اس کو پھل ادا کرتے ہیں یعنی وقت مقررہ پر نماز پڑھتے، زکوٰۃ ادا کرتے، اور دیگر عبادات انجام دیتے ہیں جس پتھر کو معماروں نے رد کیا اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یہودی بنو اسمٰعیل کو حقیر سمجھتے تھے، اس لئے ان کی نظر میں بنو اسمٰعیل کو نبوت ملنا عجیب سا لگا۔

اس پتھر سے حضرت عیسیٰؑ مراد نہیں ہو سکتے ہیں، کیونکہ مالک کے لڑکے کو تو باغبانوں نے پکڑ لیا۔ اور اس گرفتاری کے بعد ہی وہ پتھر آیا جس کے اندر مدّ مقابل کو پیس ڈالنے کی صلاحیت ہے، کاہنوں اور فریسیوں نے بھی یہی سمجھا کہ وہ کونے کا پتھر (آخری نبی) بنی اسرائیل سے نہیں ہوگا، اسی وجہ سے وہ لوگ حضرت عیسیٰؑ سے ناراض ہو کر انہیں گرفتار کرنا چاہتے تھے۔

• • •